شذرات

اس دفعہ عیدالفطر کے چاند کے بارے میں ہمارے ہاں جو خلفشار برپا ہوا ہے کون پاکستانی ہوگا جسے اس کا دلی دکھ نہ ہوا ہو اور اس دفعہ یہ دکھ اور بھی زیادہ ہوا کیونکہ یہ پہلی بار نہیں کہ اس طرح عیدالفطر کے چاند پر ہمارے ہاں اختلاف ہوا ہو۔ پچھلے سال بھی اس موقع پر ایسا ہی ہوا تھا۔ ریڈیو پاکستان سے چاند دیکھے جانے کا اعلان ہوا جس کے مطابق سرکاری طور پر عیدالفطر منائی گئی۔ لیکن علماء کرام کی ایک جماعت نے اس سے اختلاف کیا اور جو ذریعہ بھی ان کے پاس تھا اس سے کام لیکر لوگوں کو انہوں نے اس پر آمادہ کیا کہ وہ اس دن روزہ رکھیں اور عید نہ کریں، اس سال بھی بعینہ یہی ہوا۔ اس سے قدرتاً پورے ملک میں ہر طرف بے چینی اور یہ مبارک تقریب پوری قوم کیلئے بدمزگی کا باعث بنی۔ ان کیلئے بھی جنہوں نے ایک دن پہلے عید کی اور ان کے لئے بھی جنہوں نے ایک دن بعد عید کی۔

یہ دیکھ کر اور بھی رنج ہوتا ہے کہ مسلمان ملکوں میں پاکستان واحد ملک ہے جہاں گذشتہ دو سال سے عیدالفطر کے موقع پر ایسا ہو رہا ہے کہ ریڈیو کی طرف سے عید کا چاند دیکھے جانے کا اعلان ہونے کے بعد علمائے کرام کے بعض حلقے اس امر کی کوشش کرتے ہیں کہ لوگ اس فیصلے کو نہ مانیں اور اس دن روزہ رکھیں۔ اپنی یہ بات منوانے کیلئے حضرات علماء کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ اور اپنا سارا اثر و رسوخ اس پر لگا دیتے ہیں۔

تمام مسلمان ملکوں میں عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی حیثیت قومی و ملکی تقریب کی ہے اور اس میں چونکہ حکومتوں کے سربراہوں اور ان کے نمائندوں کو شرکت کرنی پڑتی ہے اس لئے ظاہر ہے اس امر کا فیصلہ کرنا ان حکومتوں کی ذمہ داری سمجھا جاتا ہے کہ عید کس دن ہوگی چنانچہ ہر مسلمان ملک میں اس کے ریڈیو سے عید کا اعلان ہو جاتا ہے اور سب لوگ اس کے مطابق عید کرتے ہیں وہاں کوئی یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اس طرح ریڈیو پر عید کے اعلان ہو جانے کے بعد عوام کو اس فیصلے کے خلاف بھڑکایا جائے اور اس ضمن میں ایک ملک گیر مہم چلا کر چاند دیکھے جانے کے مسئلے کو سیاسی رنگ دے دیا جائے۔

اس بات سے قطع نظر کہ عید کا چاند ۱۱ جنوری کو دیکھا گیا یا ۱۲ جنوری کو۔ ہم اس مسئلے میں اپنے بزرگ علماء کی خدمت میں کچھ معروضات کریں گے ہمیں امید ہے کہ ہماری یہ معروضات کسی غلط فہمی کا باعث نہیں بنیں گی اور جس خلوص اور حسن نیت کے ماتحت ہم یہ لکھ رہے ہیں اس کے مطابق انہیں پڑھا جائے گا۔

اب یہ ہوا کہ ۱۱ر جنوری کو ریڈیو پاکستان سے عید کا چاند دیکھے جانے کا اعلان ہوا اور حکومت کی طرف سے یہ بتایا گیا کہ ۱۲ر جنوری کو عید ہوگی۔ اس کے جواب میں علماء کی بعض جماعتوں نے یہ طے کیا کہ وہ اس فیصلے کو نہیں مانیں گے، اور یہ کہ ۱۲ر جنوری کو روزہ ہوگا۔ اس کیلئے ان کی ہر جماعت نے ملک کے طول و عرض میں اپنے ارکان اور ہمدردوں کو فون کیے۔ اور اس طرح حکومت کے فیصلے کے خلاف عوام کو منظم اور متحد کرنے کی ہر ممکن تدبیر کی۔ اس کا جو نتیجہ نکلا وہ ہر شخص جانتا ہے۔ بعض لوگوں نے حکومت کے اعلان کے مطابق ۱۲ر جنوری کو عید کی اور بعض لوگوں نے علماء کی ان جماعتوں کے فیصلے کو مانا اور ۱۲ر جنوری کو روزہ رکھا اور ۱۳ر جنوری کو عید کی۔

حکومت کا فیصلہ صحیح تھا یا ان علماء کا؟ ہم یہاں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے۔ لیکن عام طور سے یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ دیکھا فتح تو آخر ہماری ہوئی۔ عوام نے ہماری بات سُنی نہ کہ حکومت کی۔ حکومت سے اس طرح طاقت آزمائی کا کوئی موقع بھی ہمارے یہ علماء کرام ہاتھ سے نہیں جانے دیتے بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں وہ اس کی تلاش میں رہتے ہیں کہ کوئی ایسا موقعہ ملے جس میں وہ حکومت کو بتا سکیں کہ عوام ہمارے ساتھ ہیں حکومت کے ساتھ نہیں یعنی ہمارے یہ محترم علماء حکومت کے مشیر اور ناصح ہونے کے بجائے کہ وہ اس کی غلطیوں کی دل سوزی اور خلوص سے اصلاح کریں وہ حکومت کے مدمقابل ایک سیاسی طاقت بن کر آتے ہیں۔ اور اس پر یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ عوام ہماری بات سُنتے ہیں تمہاری نہیں۔ حکومت کے اندر ایک اور حکومت، آج یہ ہے موقف ہمارے علمائے کرام کا۔

ہم اس صورت حال کے بارے میں اپنے ان بزرگوں سے عرض کریں گے کہ ان کا یہ موقف طرح طرح کے خطرات اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور وہ گویا اس پر اصرار کرکے اس بااثر طبقے کو اور طاقت دے رہے ہیں جو اس راہ پر چلنا چاہتا ہے جسے سب سے پہلے ترکی نے اختیار کیا اور اب بہت سے اور اسلامی ملک اُسے اختیار کر رہے ہیں۔ کیا ہمارے یہ بزرگ ارد گرد کی دنیا پر نظر نہیں ڈالتے اور نہیں دیکھتے کہ کیا کسی اسلامی ملک میں ایسے موقعوں پر کسی جماعت کو خواہ وہ علماء ہی کی کیوں نہ ہو اس طرح قوم میں افراتفری پھیلانے کی اجازت ہوتی ہے اگر ایسا نہیں تو یہاں پاکستان میں آخر اسے کب تک برداشت کیا جا سکتا ہے اس کا ردعمل ہوگا اور بڑا شدید ہوگا۔

اسلام تو خود اجتماعیت کا دین ہے اس میں اجماع ایک دینی حجت ہے اور اجماع کے فیصلوں

کو ماننا دینی لوازمات میں سے ہے اب اس زمانے میں سیاسی، معاشی، دفاعی اور کئی دوسرے اعتبار سے عملاً ہر مسلمان ملک کی حکومت ہی اجتماعیت کی حامل ہے اور اگر کسی سبب سے وہ فی الحال وہ کلی وجہ ایک وقت بھی اس کی حامل نہیں تو جیسے جیسے وہاں معیشت ترقی کرے گی اس کا دفاع مضبوط ہوگا۔ اور وہ سیاسی لحاظ سے طاقت ور ہوگی تو حکومت کو اس اجتماعیت کا حامل اور ترجمان بننا ہوگا۔ اور اس کے بغیر اس کیلئے کوئی چارہ نہیں ہے یہ اس دور کا تقاضا ہے اور کوئی حکومت اس کو نظر انداز کرکے پائیدار نہیں ہوسکتی۔

پاکستان کی حکومت بڑی سرعت سے اس منزل کی طرف جا رہی ہے وہ مجبور ہے کہ مملکت پاکستان کو مضبوط بنائے۔ اس کی معیشت کو زیادہ سے زیادہ صنعتی ترقی دے اور اسے ذہنی، جذباتی اور عملی سالمیت عطا کرے۔ گویا حکومت اجتماعیت قومی کی واحد نمائندہ ہو اور اس کے فیصلے پوری قوم کے فیصلے سمجھے جائیں اب اگر بعض علما نے یہی شعار بنالیا ہے کہ وہ اس اجتماعیت کو دین کے نام سے بروئے کار نہیں ہونے دیں گے اور اپنے ارد گرد عوام کو جمع کرکے ہر مسئلے میں حکومت سے ٹکر لیں گے تو اس کا انجام جو ہوگا اس کی مثالیں دوسرے مسلمان ملکوں میں آج بکثرت ملتی ہیں۔

اس سے ہماری ہرگز یہ مراد نہیں کہ علماء کرام حکومت کے سربراہوں کو نصیحت نہ کریں اور انہیں ان کی غلطیاں نہ سمجھائیں۔ ایسا کرنا تو ان کا بنیادی منصب ہے لیکن افسوس ایسا نہیں ہو رہا۔ ہمارے اکثر علمائے کرام دین کے بجائے سیاست کے ذرائع سے حکومت کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ عوام کو مشتعل کرکے حکومت سے اپنی بات منوانے میں کامیاب ہوں گے یہی ان بزرگوں کی بھول ہے اور اگر انہوں نے "اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ" کی جگہ اخوان المسلمین کی طرح "اَلدِّیْنُ سِیَاسَةٌ" سمجھا، اور اس پر عمل کیا۔ تو صبر و برداشت کا پیمانہ کبھی نہ کبھی تو لبریز ہوکر رہے گا۔

"الرحیم" پہلے دن سے یہ معروضات کر رہا ہے کہ حکومت اور علماء کرام میں زیادہ سے زیادہ تعاون ہونا چاہیئے اور اگر حکومت کے کسی شعبے سے کوئی غلطی ہو، تو اس کا ضرور مداوا کیا جائے لیکن اس کی راہ سیاسی ایجی ٹیشن نہیں، بلکہ اہل حکومت کو نصیحت کرنا ہے اور یہ نصیحت مختلف طریقوں سے ہوسکتی ہے۔ اس کے لئے ضروری نہیں کہ صرف سیاسی پلیٹ فارم ہی سے کام لیا جائے۔